سبق آموز تحریر

ممتاز عالمِ دین وشیخِ طریقت، حضرت مولانا مفتی صبیح اختر صاحب/دامت برکاتہم العالیہ، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ جلالیہ ہوجائی/آسام

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الله تعالی: ﴿الرَّحْمٰنُ، عَلَّمَ الْقُرْآنَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ ، عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ (الرحمن : ١-٤)۔ ترجمہ: نہایت مہربان (اللہ) نے قرآن سکھایا، انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسے زبان وبیان کی عظیم نعمت سے سرفراز کیا، تاکہ وہ اپنے مافی الضمیر کو وضاحت کے ساتھ دوسروں تک پہنچا سکے۔

دنیا میں جتنی زبانیں بولی جاتی ہیں ان تمام زبانوں میں عربی زبان کو ایک امتیازی اور برتر مقام حاصل ہے، یہ زبان ابتدائے انسانیت میں حضرت آدم علیہ السلام کو پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو عطا کی گئی اور بعدازاں عرب کی زبان کی حیثیت سے معروف ہوئی۔ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی زبان میں شریعت عطا فرمائی، قرآن نازل فرمایا، اسی زبان میں آپ ﷺ کی احادیث وارد ہوئیں۔ قرآنِ کریم کے بعد سب سے اعلیٰ وارفع کلام آپ ﷺ کا ہے، جنھیں اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمایا۔

یہی عربی زبان صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لسان اور شریعتِ اسلامیہ کی ترجمان رہی۔ آج بھی اسلام کی حقیقی روح اور صحیح ترجمانی اسی زبان میں محفوظ ہے۔ جس طرح شریعتِ محمدی آخری شریعت ہے، اسی طرح عربی زبان کو بھی ایک خاص امتیاز حاصل ہے کہ وہ دیگر زبانوں پر فائق اور غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس زبان کے اعجاز کو چیلنج کے طور پر پیش فرمایا کہ اگر کوئی قرآن جیسا کلام یا اس کی کوئی سورت پیش کر سکے تو لے آئے، مگر یہ چیلنج آج تک برقرار ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔

بعد کے ادوار میں علمائے اسلام نے بھی قرآن وسنت کے اسلوب کو اختیار کیا، تاہم جب اسلام بلادِ عجم

میں پھیلا تو عربی زبان میں عجمی الفاظ اور اسالیب کا دخول ہوا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مختلف ادوار میں عربی زبان کے خلاف تحریکیں اٹھیں، اس کے قواعد (نحو و صرف) کو مٹانے کی کوششیں کی گئیں، مگر اللہ تعالی نے قرآن و سنت کی برکت سے اس زبان کی حفاظت فرمائی اور ان شاء اللہ قیامت تک فرماتا رہے گا۔

ہم قدیم عربی اور جدید عربی کی اصطلاحات زمانۂ دراز سے سنتے آرہے ہیں اور ہم اب تک یہی سمجھ رہے تھے کہ قرآن و سنت، شریعت اور علمی ذخیرے کی زبان ''قدیم عربی'' ہے، جس میں عربی قواعد کی مکمل رعایت کی جاتی ہے، جبکہ ''جدید عربی'' کا تعلق اخبارات، نیوز چینلز، ذرائع ابلاغ، عصری تقاریر اور روزمرہ کی بول چال سے ہے، نیز یہ کہ جدید عربی میں نئی ایجادات کے لیے نئے الفاظ اور تعبیرات اختیار کی جاتی ہیں اور جملوں کی ساخت میں جدت پیدا کی جاتی ہے جس کی وجہ سے جدید عربی کے بعض جملے اپنی ساخت کے اعتبار سے انگریزی زبان سے قریب محسوس ہوتے ہیں، نیز یہ کہ جدید عربی بھی سیکھنی چاہیے اس لیے کہ اگر کوئی اس میں مہارت حاصل کرے تو قدیم عربی کے فہم میں بالواسطہ آسانی ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ۔

ہم پہلے جدید عربی کے تعلق سے یہی سب سمجھ رہے تھے۔

پھر اس موضوع پر جناب مولانا و مفتی ہدایت اللہ صاحب قاسمی زید مجدہٗ کی کتاب ''**جدید عربی عربی حروف میں فرنگی زبان**'' سے استفادہ کا موقع ملا، ماشاء اللہ کتاب محقق و مدلل باحوالہ اور لاجواب ہے، کتاب پڑھ کر اندازہ ہوا کہ جدید عربی شرعی زبان سے کافی دور ہے اور شریعت کی ترجمان زبان کے لیے اس کا معاون ہونا بھی محلِ نظر ہے؛ بلکہ یہ ایک طرح سے شریعت کی ترجمان زبان کے خلاف شازش ہے اس لیے قدیم عربی ہی کو فروغ دینا نہایت ضروری ہے۔

کتاب کے پہلے ایڈیشن میں اسلوب میں کچھ شدت پائی جاتی تھی، تاہم نئے ایڈیشن میں مصنف نے اعتدال پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس کے باوجود اگر کہیں اسلوب یا مثالوں میں کوئی بات رہ گئی ہو تو یہ ایک انسانی تقاضا ہے اور بعض جزئیات میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے، تاہم یہ بات بلا تردد کہی جاسکتی ہے کہ مصنف نے قدیم و جدید عربی کے بنیادی فرق کو جس وضاحت اور استدلال کے ساتھ پیش کیا ہے، وہ اردو لٹریچر میں کمیاب ہے۔ انھوں نے اس موضوع کو حوالہ جات کے ساتھ مدلل انداز میں پیش کیا ہے، اس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

راقم الحروف مصنف موصوف کو اس اہم علمی خدمت پر مبارکباد پیش کرتا ہے کہ انھوں نے ایک نئے اور نازک موضوع کو اجاگر کر کے اسے کتابی صورت میں اہلِ علم کے سامنے پیش کیا۔ امید ہے کہ اس موضوع پر مزید تحقیق ہوگی اور اس کی جہات مزید واضح ہوں گی۔ اس ضمن میں بحر العلوم حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم کی تحریر بھی نظر سے گزری، جو نہایت معتدل اور بصیرت افروز ہے، انھوں نے عربی زبان کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کی نشاندہی کر کے قدیم عربی کے فروغ کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قدیم عربی میں مہارت کے بغیر، شریعت کی صحیح حفاظت اور ترجمانی ممکن نہیں۔

آج اسلام کو متعدّد چیلنجیز در پیش ہیں، جن میں سب سے اہم قرآن وسنت کی صحیح تعبیر وتشریح اور اسلام کی حقیقی تصویر کو برقرار رکھنا ہے۔ الحمدللہ، علمائے دیوبند اس ذمے داری کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ اگر ہم نے قدیم وجدید کے فرق کو نظر انداز کیا تو اندیشہ ہے کہ ہم جدید اسالیب کے پیچھے چلتے چلتے قدیم طرز کو فراموش کر بیٹھیں اور ہم اس کہاوت کے مصداق بن جائیں: "کوا چلا ہنس کی چال، اپنی چال بھول گیا"

مصنف موصوف کی ابتدائی تعلیم عربی پنجم تک ہمارے جامعہ اسلامیہ جلالیہ ہوجائی، آسام میں ہوئی، پھر امتیازی نمبرات سے کامیاب ہو کر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا اور امتیازی نمبرات سے سند فضیلت حاصل کی اور پھر دیوبند ہی میں تدریسی خدمات کے ساتھ تحقیقی وتصنیفی کاموں میں لگے ہیں، ان کے اشہب قلم سے درجنوں کتابیں منصۂ شہود میں آکر مقبول ہوچکی ہیں، ایسے باکمال فضلاء کی حوصلہ افزائی اور اگر کہیں غلطی ہوجائے تو حسنِ تدبیر کے ساتھ اصلاح بڑوں کی ذمے داری ہوتی ہے، اس لیے اگر اس کتاب سے کسی کو اختلاف ہو تو علمی واصلاحی انداز برقرار رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دلی دعاء ہے کہ رب کریم موصوف کی تمام مساعیٔ جمیلہ کے ساتھ اس کتاب کو بھی شرف قبول سے نوازے اور نفع بخش بنائے، آمین۔

والسلام

محمد صبیح اختر عفا اللہ عنہ

خادم التدریس: جامعہ اسلامیہ جلالیہ، ہوجائی، آسام

٢٠ شوال المکرم ١٤٤٧ھ مطابق ١٠/اپریل ٢٠٢٦ء